مولانا نظام الدین اصلاحی

مولانا فراہیؒ اور حکومتِ الٰہیہ

آج کا یہ سیمنار اس ذات گرامی کے نام پر منعقد کیا جا رہا ہے جو علامہ حمید الدین فراہیؒ کے نام سے علمی دنیا میں معروف ہے جنھوں نے سارے اسلامی علوم و فنون کو قرآن مجید کی دی ہوئی نور ہدایت سے دیکھنے، سمجھنے اور پرکھنے کی کوشش کی اور قرآن فہمی کے اصول و ضوابط بھی مرتب کیے۔ میں نے اپنے لیے جو عنوان منتخب کیا وہ مولانا کی مطبوعہ عربی تالیف "فی ملکوت اللہ" کو پڑھ کر منتخب کیا ہے، جس کا اردو ترجمہ اس طرح کیا جا سکتا ہے: "اللہ تعالیٰ کا اقتدار اعلیٰ اور اس کا دائرہ کار" میں اس عنوان کے ذریعے یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اقتدار اعلیٰ یا حکومت الٰہیہ کے باب میں مولانا فراہی کے خیالات کیا تھے؟۔ مولانا نے اپنی اس کتاب میں کئی مقامات پر حکومت الٰہیہ کا لفظ استعمال کیا اور اس کے بارے میں قرآنی دلائل کے ذریعے واضح اشارات کیے ہیں جس سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ حکومت تکوینی اور حکومت تشریعی ان دونوں کا محور و مرکز خالق کائنات ہی کی ذات ہے۔ جس طرح تمام مخلوقات پر اللہ تعالیٰ کی حکومت تکوینی نافذ ہے اسی طرح اس کی حکومت تشریعی بھی دنیا میں نافذ ہونی چاہیے۔

اس کتاب کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے کلمۃ الجامع کے تحت مولانا بدر الدین اصلاحی مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں:

ولاشك ان علم الملكوت	اس میں کوئی شک نہیں جیسا کہ علامہ فراہیؒ
كما قال استاذ الامام رحمه الله	نے فرمایا ہے کہ خدائی اقتدار کا علم قرآن مجید
من اعظم المعارف القرانية واهمها	کے عظیم ترین واہم ترین معارف میں سے
لا يستقيم الدين الحق ولا يطمئن	ہے جس کے بغیر نہ تو دین درست ہو سکتا
القلب والعقل إلا بها۔ وهي	اور نہ ہی اس کے علاوہ کسی چیز سے عقل

معرفة ملكوت الله وعدله و إن الله حاكم فى الارض والسماء، وليس شيئ خارجا عن ملكه و وكل شيئ يجرى حسب رضاه وإذنه تصريفه ولاشك أن الايمان بصفاته تعالى من كمال قدرته واحاطة علمه وحبه العدل والحق، لايدع محلا للشك فى ان كل شيئ يجرى حسب حكمه وحكمته، ولاتصرف فى الارض ولا فى السماء لاحد على ضد حكومته۔

و قلب مطمئن ہو سکتے ہیں اور یہی اللہ کا اقتدار اعلیٰ اور اس کا نظام عدل ہے اور یہ کہ اللہ ہی زمین و آسمان کا حاکم ہے اور کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی حکومت سے باہر نہیں ہے اور ہر چیز اسی کی مرضی اور اسی کے تصرف سے چل رہی ہے۔ بے شک صفات خداوندی یعنی اس کی قدرت کاملہ، وسعت علم و عدل پر ایمان لانے کا یہ تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکومت، حکمت اور اس کے تصرف میں کسی کو شک و شبہ نہ ہو اور اس میں بھی کسی کو شبہ نہ ہو کہ آسمان و زمین میں کسی کو بھی خدا کی حکومت کے خلاف تصرف کرنے کا کوئی حق ہے۔

قرآن میں سیاسی تعلیم کی بنیاد

مولانا نے اپنی کتاب میں قرآن کی سیاسی تعلیمات پر وضاحت کے ساتھ روشنی ڈالی ہے اور اگر فلسفہ سیاست کے نقطۂ نظر سے جائزہ لیا جائے تو حسب ذیل نکات ہمارے سامنے آئیں گے۔

۱۔ آسمان و زمین کا اقتدار اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے جس کے بغیر دنیا میں عدل و انصاف قائم نہیں ہو سکتا ہے۔

له ملك السموٰت والارض والله على كل شيئ شهيد۔ (البروج ۱)

آسمان و زمین کا اقتدار اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے۔

تبارك الذى بيده الملك وهو على كل شيئ قدير۔ (الملك ۱)

وہ ذات بڑی بابرکت ہے جس کے ہاتھ اقتدار اعلیٰ ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

سبح لله ما فى السموٰت والارض وهو العزيز الحكيم له ملك السموٰت والارض يحيي ويميت وهو على كل شيئ قدير هو الاول والآخر والظاهر والباطن وهو بكل شيئ عليم هو الذى خلق السموٰت والارض فى ستة ايام ثم استوى على العرش يعلم مايلج فى الارض وما يخرج منها وماينزل من السماء وما يعرج فيها وهو معكم اينما كنتم والله بما تعملون بصير۔ له ملك السموٰت والارض والى الله ترجع الأمور۔ يولج الليل فى النهار ويولج النهار فى الليل وهو عليم بذات الصدور۔

(الحديد ۶-۹)

آسمان و زمین کی تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہیں وہی عزیز و حکیم ہے، آسمان و زمین کی حکومت اسی کی ہے، وہی مارتا اور جلاتا ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، وہی اول و آخر ہے اور وہی ظاہر و پوشیدہ ہے اور وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ اسی نے زمین و آسمان کو پیدا کیا چھ دن میں، پھر عرش سلطنت پر جلوہ افروز ہوا، زمین میں جو چیز اندر جاتی ہے اور جو کچھ اس سے نکلتا ہے ہر چیز کو وہ جانتا ہے، آسمان سے جو چیز اترتی ہے اور جو کچھ آسمان میں چڑھتا ہے سب کچھ اسے معلوم ہے وہ تمہارے ساتھ ہر جگہ ہوتا ہے۔ وہ تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے، آسمان و زمین کا اقتدار اسی کا حق ہے۔ سارے معاملات اسی کے پاس لوٹائے جائیں گے، رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ وہ دلوں کے بھید سے واقف ہے۔

دوسری جگہ فرمایا:

وهو الذى فى السماء اله وفى الارض اله وهو الحكيم

وہی آسمان کا خدا ہے اور وہی زمین کا خدا ہے، وہ حکیم و علیم ہے۔ وہ ذات

العليم وتبارك الذي له ملك السموٰت والارض وما بينهما وعنده علم الساعة و إليه ترجعون۔ (الزخرف ۸۴-۸۵)

بڑی خوبیوں والی ہے جس کا آسمان وزمین وما فیہا پر اقتدار ہے۔ قیامت کا علم اسی کو ہے۔ تم سب لوگ اسی کے پاس لوٹائے جاؤ گے۔

قرآن کی اپنی تعلیمات کی بنا پر یہ بات واضح طور سے کہی جا رہی ہے کہ انسانوں کا حاکم حقیقی وہی ہے جو آسمان وزمین اور پوری کائنات کا حاکم ہے۔ انسانوں کے جملہ امور و معاملات میں حاکمیت کا حق صرف اسی کو پہونچتا ہے اور اس کے سوا کسی کو بھی بطور خود حکم دینے یا فیصلہ کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ حاکمیت نظام کائنات کے اندر بطور خود نافذ ہے، جس کا مشاہدہ روزانہ ہوتا رہتا ہے۔ لیکن انسان کی زندگی کے اختیاری حصے میں وہ اپنی حاکمیت بزور خود مسلّط نہیں کرتا جس کے گوناگوں مصالح ہیں۔ اس لیے وہ قرآن مجید کے ذریعہ انسانوں کو اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ وہ باختیار خود شعور و احساس کے ساتھ اپنے جملہ امور و معاملات میں اس کی حکومت تشریعی کو تسلیم کرلیں، اور پیغمبر کو مامور کرتا ہے کہ وہ قرآن کے دیے ہوئے قوانین کو انسانی زندگی پر غالب کرنے کے لیے جدوجہد کریں۔ مولانا نے اپنی کتاب میں حاکمیت الٰہ کے تصوّر کو انسان کے عقیدے سے جوڑا ہے۔ اور فرمایا:

فهٰذه عقيدة اتفق فيها العقل والوحي وانما لم نذكر دلائل العقل لوضوحها فإن الايمان بصفاته تعالىٰ من كمال قدرته واحاطة علمه وحبه العدل والحق لايدع محلا للشك في أن كل شيئ يجري حسب حكمه وحكمته

یہ ایسا عقیدہ ہے جس پر عقل اور وحی دونوں متفق ہیں۔ ہم نے عقلی دلائل کو اس لیے یہاں بیان نہیں کیا ہے کہ وہ بالکل واضح ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اس کے علم وسیع اور اس کی پسندیدگی حق و عدل جیسی صفات پر ایمان لانے کا یہ لازمی تقاضا ہے کہ اس امر میں شک کی کوئی گنجائش باقی نہ رہ جائے کہ ہر چیز پر اللہ تعالیٰ کی حکومت اور حکمت

ولا تصرّف في الارض ولا في السماء لأحد علىٰ ضد حكومة الله تعالىٰ"؎

حاوی ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کی حکومت کے خلاف کوئی دوسرا آسمان وزمین میں تصرف کر ہی نہیں سکتا۔

اسلامی حکومت کی قانونی بنیادیں

انسانوں کے جملہ امور و معاملات میں خدا ہی کا قانون لاگو ہو اور اس کو چھوڑ کر دوسروں کی یا اپنے نفس کی خواہشات کی پیروی منع ہے۔ اس کی بنیادیں یہ ہیں:

انا انزلنا اليك الكتاب بالحق* فاعبد الله مخلصًا له الدين ألا لله الدين الخالص قل اني امرت أن اعبد الله مخلصًا له الدين وامرت لان اكون اول المسلمين۔ (الزمر ۱۱-۱۲)

ہم نے آپ کے پاس مقصد کے تحت کتاب اُتاری ہے لہٰذا آپ اللہ کی عبادت کریں اور اطاعت بھی اسی کے لیے مخصوص رکھیں۔ خالص اطاعت اللہ ہی کے لیے سزاوار ہے۔ آپ یہ بھی کہہ دیں کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اسی کے لیے اطاعت کو خالص کرتے ہوئے اس کی عبادت کروں۔ مجھے اس کا بھی حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے اول مسلم بنوں۔

؎ فی ملکوت اللہ ص ۷

* مولانا تھانوی نے "حق" کا ترجمہ "سچائی"، شیخ الہند نے "ٹھیک ٹھیک" اور مولانا اصلاحی نے "قول فیصل" کیا ہے۔ مولانا فراہی تفسیر سورۂ والعصر میں "حق" کے معنی کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: حق اصل میں تو موجود و قائم کو کہتے ہیں لیکن استعمال کے لحاظ سے اس کے معانی مختلف ہو گئے ہیں۔ کم از کم تین معنوں میں تو اس کا استعمال عام ہے: (۱) وہ بات جس کا واقع ہونا قطعی ہو۔ (۲) وہ بات جو عقل کے نزدیک مسلّم ہو۔

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ولقد بعثنا فی کل أمة رسولاً ان اعبدوا اللّٰہ واجتنبوا الطاغوت ۔ (النحل ۳۶)

ہم نے ہر قوم میں رسول بھیجے ہیں، ان کو بھی ہدایت دی گئی کہ وہ صرف خدا کی عبادت کریں اور طاغوت سے اجتناب کریں۔

اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولاتتبعوا من دونه اولیاء ۔ (الاعراف ۳)

خدا کی جانب سے جو کچھ آپ کے پاس بھیجا گیا ہے اس کی اتباع کریں اور اس کے سوا دوسرے اولیاء کی اتباع نہ کریں۔

ثم جعلناك علی شریعة من الأمر فاتبعها ولا تتبع أهواء الذین لا یعلمون ۔ (الجاثیه ۱۸)

پھر ہم نے آپ کو ایک واضح شریعت پر قائم کیا لہذا اسی کی اتباع کریں اور نادان لوگوں کی خواہشات کی اتباع نہ کریں۔

تلك حدود اللّٰہ فلا تعتدوها ومن یتعد حدود اللّٰہ فاولٰئك هم الظلمون ۔ (البقرہ ۲۲۹)

یہ اللہ تعالیٰ کے قوانین ہیں، اس سے تجاوز نہ کرو، اور جو اس سے تجاوز کریں گے وہ ظالم ٹھہریں گے۔

ومن لم یحکم بما انزل اللّٰہ فاولٰئك هم الکافرون ۔ (المائدہ ۴۴)

خدا کے نازل کردہ قانون کے مطابق جو لوگ فیصلہ نہ کریں وہ کافر ہیں۔

ومن لم یحکم بما انزل اللّٰہ فاولٰئك هم الظلمون ۔ (المائدہ ۴۵)

جو لوگ خدا کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ ظالم ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

(۳) وہ بات جو اخلاقاً فرض ہو۔ ترجمہ تفسیر نظام القرآن ص ۳۵۴ ۔ آگے فرماتے ہیں:

"حق اپنے وسیع معنی میں اس چیز کو کہیں گے جو عقل اور دل دونوں کو ایک ساتھ محبوب ہو اور جو علم و عمل دونوں پر یکساں طور پر حاوی ہو جائے نیز ظلم و فساد کی ضد ہو۔" ترجمہ تفسیر نظام القرآن، ص ۳۵۵، (مرتب)

ومن لم یحکم بما انزل اللّٰہ فاولٰئك هم الفاسقون ۔ (المائدہ ۴۷)

جو لوگ خدا کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ فاسق ہیں۔

ألم تر الی الذین یزعمون انهم آمنوا بما انزل الیك وما أنزل من قبلك یریدون أن یتحاکموا الی الطاغوت وقد أمروا أن یکفروا به ویرید الشیطان أن یضلهم ضلالاً بعیداً ۔ (النساء ۶۰)

ان لوگوں کو دیکھو جو اس بات کے مدعی ہیں کہ وہ آپ کی اور ماضی کی کتب ہادی پر ایمان لائے ہیں وہ طاغوت کے پاس اپنا مقدمہ لے جاتے ہیں، حالانکہ انھیں طاغوت کے انکار کا حکم دیا گیا ہے، شیطان ان لوگوں کو اچھی طرح گمراہ کر دینا چاہتا ہے۔

حکومتِ الٰہیہ اور قیام عدل

مولانا کے لکھنے کے مطابق دنیا میں عدل کا قیام صرف حکومت الٰہیہ کے قیام سے ہی ممکن ہے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت و مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کا فضل و کرم اور اس کی رحمت اور عدل و انصاف سے پوری دنیا مالا مال ہو اور جب تک دنیا میں عدل و انصاف قائم نہیں ہوگا انسان کی اخروی زندگی بھی کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکے گی، اور اس سے اہم تر بات یہ ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کے تمام قوانین کی چاہے وہ انفرادی ہوں یا اجتماعی، سیاسی ہوں یا معاشی، ملکی ہوں یا بین الاقوامی، تعلیمی ہوں یا سماجی اطاعت نہ کی جائے اس وقت تک انسان کا عقیدۂ توحید ہی مکمل نہیں ہوتا، اسی بات کو مولانا نے اپنی کتاب میں مختلف جگہوں پر واضح کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

اعلم ان جماع علوم الدین معرفة الرب تعالی بصفاته الکاملة و اهمها تفرده بالملك فلا منذعن لسواہ، وملکه بالعدل

علم دین کی بنیاد ہی یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کاملہ کا علم ہو اور اس کی اہم ترین صفت یہ ہے کہ وہ تنہا حاکم ہے اس لیے ہم اس کے سوا کسی

والرحمة ـ والمعاد مبنى على ملكه وعدله والنبوة من ملكه ورحمته وعدله وتاخير المعاد لحكمته وحلمه ورسالة محمدؐ كمال النبوة وتمام الرحمة والعدل فى الدنيا كافلة باتمامها فى الآخرة، فهى صورة ملكوته كما ان احوال وقائع الدنيا صورة ملكوته المبنى على اصول الحكمة والعدل والرحمة والتربية والغافلون لا يرونها فاحتجنا إلىٰ كشف الحجب عن ملكوت الله تعالىٰ ...[1]

حاکم کی اطاعت نہیں کر سکتے اور اللہ تعالیٰ کی حکومت عدل و رحمت پر مبنی ہوتی ہے۔ آخرت بھی اس کی حکومت اور اس کے عدل کا تقاضا ہے اور نبوّت بھی اس کی حکومت، رحمت و عدل کا مقتضی ہے اور معاد کی تاخیر بھی اس کی حکمت اور حلم کی وجہ سے ہے نیز آنحضورؐ کی رسالت جو کہ کمال نبوت اور دنیا میں تمام عدل و رحمت الٰہی ہے وہ درحقیقت آخرت میں اس کے عدل و رحمت کے اتمام کو متضمن ہے، اور یہ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اقتدار کی علامت ہے جیسے دنیا کے واقعات اس کے اقتدارِ اعلیٰ کا جو حکمت عدل، رحمت اور ربوبیت پر مبنی ہے کا ظہور ہیں۔ مگر غافل لوگ اس کو نہیں سمجھ پاتے۔ اسی لیے ہمیں ضرورت محسوس ہوئی کہ اس پر پڑے ہوئے دبیز پردوں کو ہٹا دیں۔

ان سطروں میں مولانا نے واضح الفاظ میں تحریر فرمایا ہے کہ اللہ کی حکومت عدل وانصاف کی ضامن ہوتی ہے اور وہ تمام بنی نوع انسان پر رحمت و رأفت کے ساتھ سایہ فگن ہوتی ہے۔ اور اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے:

---

[1] فی ملکوت اللہ، ص ۴

ولقد ارسلنا رسلنا بالبينات وانزلنا معهم الكتاب والميزان ليقوم الناس بالقسط وانزلنا الحديد فيه بأس شديد ومنافع للناس وليعلم الله من ينصره ورسله بالغيب ان الله قوى عزيز۔ (الحدید ۲۵)

ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلائل کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور (عدل کا) ترازو اُتارا تاکہ لوگ دنیا میں عدل قائم کریں۔ اور ہم نے لوہا پیدا کیا جس میں بڑی قوت پنہاں ہے، اور دیگر فوائد بھی ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ یہ جائزہ لے سکے کہ کون شخص اللہ کی اور اس کے رسولوں کی بن دیکھے مدد کرتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ قوی و عزیز ہے۔

حکومت الٰہیہ کے اصول وضوابط کی طرف اشارہ کرتے ہوئے صاحب ملکوت اللہ نے فرمایا:

نحن الآن نذكر اصول الحكومة الالٰهية كما اخبرنا الله تعالىٰ فى كتابه العزيز وكما أرانا فى تاريخ العالم وجريان مقاديره[1]

اب ہم حکومت الٰہیہ کے اصول و ضوابط بیان کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب حکیم میں واضح فرمایا ہے اور جیسا کہ تاریخ عالم میں اللہ تعالیٰ کے فیصلوں میں دیکھتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومت الٰہیہ کا تصور مولانا کے ذہن میں بہت واضح اور نمایاں تھا اور اس عنوان پر کوئی مفصل کتاب بھی لکھنا چاہتے تھے۔ ان اصول کو تو مفصل طریقے سے مولانا بیان نہ کر سکے، لیکن ایسے اشارے کر گئے ہیں جو ہمارے لیے سنگ میل کا کام دے سکتے ہیں، اور اگر قرآن مجید کا بہ نظر غائر مطالعہ کیا جائے تو اسے مرتب کیا جا سکتا ہے۔ مولانا نے اشارۃً اپنی اسی کتاب میں فرمایا ہے:

فبعد الوثوق بأن امور

یہ اطمینان حاصل ہو جانے کے بعد کہ

---

[1] فی ملکوت اللہ، ص ۲۱

العالم وحوادث الأمم تحت تصرف خفي وحكومة الٰهية ينبغي لنا تطلب اصولها وفروعها لفائدتين [1]	دنیا اور اقوام عالم کے سارے امور و معاملات اللہ تعالیٰ کے تصرف اور اس کے اقتدار کے تحت انجام پذیر ہوتے ہیں، اب ہمیں یہ چاہیے کہ اس اصول و فروع کو دو فوائد کے لیے دریافت کریں۔

ان دونوں فائدوں کا ذکر کرتے ہوئے مولانا نے لکھا ہے کہ:

۱۔ لکی نعمل بما یجلب الخیر لنا۔	پہلا فائدہ یہ ہے کہ ہم ایسی حکومت کی مدد سے وہ کام کرسکیں جو ہمارے لیے فوائد لاسکے۔*
۲۔ ولکی نوسس قواعد السیاسة علی اصول الحکمة الالٰهیة فنسوس الملك كما يقتضي الامر الالٰهي و يرتضيها ربنا الرحمٰن۔ [2]	اور اس کے ذریعہ ہم خدائی حکمت کے مطابق سیاست کی بنیاد مضبوط کرسکیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق حکومت کرسکیں اور اس سے اللہ تعالیٰ کی پسندیدگی حاصل ہوسکے۔

پہلے فائدے کی تشریح یہ ہے کہ اسلامی ریاست کے تحت رہنے والے شہریوں کو لازماً یہ فائدہ حاصل ہونا چاہیے کہ اسے عدل و انصاف کماحقہٗ حاصل ہو، اور وہ ظلم و جور سے کماحقہٗ، محفوظ رہ سکیں، اسی کی طرف یہ آیت رہنمائی کرتی ہے:**

ولقد ارسلنا رسلنا بالبینات	ہم نے اپنے رسولوں کو واضح ہدایات

---

[1] فی ملکوت اللہ، ص ۲۰۔ [2] ایضاً ص ۲۰

* ناچیز مرتب کے خیال میں مولانا کی عبارت کا ترجمہ کچھ اس طرح ہونا چاہیے "تاکہ ہم اس پر عمل پیرا ہوں جو ہمارے لیے حصول خیر کا موجب بن سکے"۔

** فاضل مقالہ نگار کی تشریح عبارت کے مفہوم سے مطابقت نہیں رکھتی۔

وانزلنا معھم الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط۔ (الحدید ۲۵)	کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور (عدل کا) ترازو اتارا تاکہ لوگ انصاف قائم کریں۔*

دوسرا فائدہ جو اس ریاست کے ذریعہ ہوگا وہ یہ ہے کہ یہ حکومت اپنے سارے وسائل و ذرائع سے اقامت صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ کا نظام قائم کرے جو اسلامی زندگی کا ستون اور اس کی بنیاد ہے، معروف کو پھیلائے اور منکر سے پوری سوسائٹی کو پاک کرے۔

الذین ان مکناھم فی الارض أقاموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ وأمروا بالمعروف ونھوا عن المنکر۔ (حج ۴۱)	اگر ہم ان لوگوں کو زمین میں اقتدار بخشیں گے تو یہ لوگ نماز کا نظام قائم کریں گے اور زکوٰۃ کا بھی، اور معروف کا حکم دیں گے اور منکر سے لوگوں کو روکیں گے۔

اب رہا یہ سوال کہ حکومت الٰہیہ کن اصولوں پر مبنی ہوگی اس کی وضاحت بھی کلام پاک میں سورۂ نساء میں کردی گئی ہے:

یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الأمر منکم فان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الآخر۔ (نساء ۵۹)	اے ایمان والو! اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اصحاب امر کی بھی۔ اور اگر تم میں کسی معاملہ میں نزاع پیدا ہو تو اس میں اللہ اور اس کے رسول کے قانون کی طرف رجوع کرو اگر تمھیں اللہ اور آخرت پر ایمان ہو۔

اس آیت نے اسلامی ریاست کے حسب ذیل اصول واضح کردیے ہیں:

---

* مولانا تھانویؒ نے اس کا ترجمہ "تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں" کیا ہے اور مولانا امین احسن اصلاحی نے "... عدل پر قائم ہوں" کیا ہے۔

۱۔ اللہ و رسول کی اطاعت ہر صورت میں ضرورت ہوگی۔

۲۔ ہر شہری کو اختلاف رائے اور آزادیٔ فکر وضمیر کا حق حاصل ہوگا۔

۳۔ اولی الامر کا مسلم ہونا ضروری ہوگا اور اس کی اطاعت اللہ و رسول کے فرمان کے تحت ہوگی نہ کہ اس سے آزاد۔ لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق۔

۴۔ اختلاف رائے کی شکل میں فیصلہ کا مدار قانون الٰہی ہوگا۔

اسی لیے نظام خلافت میں ایک ادارہ ہوگا جو منتظمہ (EXECUTIVE) کے نام سے موسوم ہوگا جو لازماً حدود اللہ کے دائرہ میں محدود ہوگا اس سے آزاد نہیں ہوسکتا اور اسی کے مطابق نظام سلطنت کو چلائے گا۔

دوسرا ادارہ مقننہ (LEGISLATIVE) بھی ہوگا جو لازماً شورائی ہوگا "وأمرهم شورى بينهم" اور اس ادارے کی قانون سازی بھی ان حدود کے اندر ہوگی جو خدا ور سول کی جانب سے طے کردہ ہوں گی۔ یہ مجلس ان حدود کی تشریح تو کر سکتی ہے لیکن اس کے اندر کسی طرح کا رد و بدل کرنے کی مجاز نہ ہوگی، البتہ جن امور و معاملات میں کوئی صریح حکم وارد نہ ہو اس میں وہ شریعت کے مزاج و منشا اور اس کی روح کو ملحوظ رکھتے ہوئے اجتہاد کر سکے گی۔

تیسرا ادارہ عدلیہ (JUDICIARY) ہوگا، جو ہر طرح کے دباؤ سے آزاد ہوگا اور ٹھیک ٹھیک انصاف اور حق کے مطابق فیصلہ کرے گا۔

فاحكم بينهم بما أنزل الله ولا تتبع أهواءهم۔ (مائدہ ۴۸)	ان کے درمیان اللہ کے قانون کے مطابق فیصلہ کیجیے اور لوگوں کی خواہشات کی اتباع نہ کیجیے۔
ولا تتبع الهوى فيضلك عن سبيل الله۔ (مائدہ ۲۶)	تم خواہش نفس کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہیں اللہ کے راستے سے بہکا دے۔
واذا حكمتم بين الناس أن تحكموا بالعدل۔ (نساء ۵۸)	(تمہیں یہ بھی حکم ہے کہ) جب تم لوگوں کے معاملات میں فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو۔

قرآن مجید کی ان آیتوں نے اسلامی سیاست کے وہ اصول و قواعد واضح کر دیے ہیں جس کی طرف مولانا فراہیؒ نے اپنی مذکورہ بالا عبارت میں اشارہ فرمایا ہے اور اگر مولانا اس کو مرتب فرما دیتے تو یہ ایک نہایت بیش قیمت علمی سرمایہ ہوتا۔

انتخاب امیر کا طریقہ

دور خلافت راشدہ میں جب بھی انتخاب امیر کا مرحلہ پیش آیا اس میں کوئی ایک متعین طریقہ اپنایا نہیں گیا اور اس وقت موجودہ زمانے کی طرح Adult Faranchise بالغ حق رائے دہی کا طریقہ رائج نہیں تھا اور نہ ہی اس سلسلے کی کوئی رہنمائی ہمیں کتاب و سنت میں ملتی ہے، البتہ جمہوریت کی روح کو ضرور دور خلافت میں باقی رکھا گیا۔ مولانا فراہی نے انتخاب کے بارے میں اپنی یہ رائے ظاہر کی ہے کہ:

كما ان الحاكم عليهم من هو خيرهم وأعلمهم بالتدبير وأتقاهم لله وأقواهم في العزم فذلك الذين يعينونه بالمشورة ويساعدونه بانفاذ الأمور هؤلاء هم اهل الحل والعقد وموضع السر والرأى [1]	جس طرح امت کا خلیفہ وہ ہوگا جو ان میں سب سے اچھا، سب سے زیادہ انتظامی صلاحیت والا اور سب سے زیادہ تقوی والا اور سب سے زیادہ باعزم وہمت ہو۔ اسی طرح وہ لوگ بھی ہونے چاہئیں جو اس کو اپنے مشورے کے ذریعہ مدد دیتے ہیں اور معاملات کو نافذ کرنے میں اس کے لیے قوت کا ذریعہ بنتے ہیں۔ یہی لوگ اہل حل وعقد اور خلیفہ کے رازداں ہوتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اہل حل وعقد امیر کے معاون و مددگار ہوں گے اور امیر کے

[1] فی ملکوت اللہ، ص ۲۴

رازداں بھی یہی لوگ ہوں گے۔ پھر آگے فرماتے ہیں:

ولا يكون احد منهم أولي الأمر الا بما ظهر من صالح اعماله فاذعن له الناس طوعًا وعظموه حبًّا واعتمدوا على رأيه مصلحةً، فجعلوه وكيلا في اكبر الأمور وهو انتخاب الامير فإنه ذو خطر عظيم ومع ذٰلك صعب جدا والقرآن هدى إلى كل ما ذكرنا، وعمل السلف به فصار لنا سنة[1]

کوئی آدمی حاکم اسی وقت ہوسکتا ہے جب اس کی طرف اعمال صالح ظاہر ہوتے ہوں اور لوگ بخوشی اس کی اطاعت کے لیے تیار ہوں اور محبت کی بنا پر اس کی تعظیم کرتے ہوں اور اس کی رائے پر کلّی اعتماد کرتے ہوں اور اسے اپنے اکثر و بیشتر معاملات میں اپنا ذمہ دار بناتے ہوں.....* کیونکہ خلافت و حکومت بہت ہی اہم چیز ہے اور ان تمام باتوں کی طرف قرآن میں ہدایات موجود ہیں۔ اسلاف نے بھی اسی پر عمل کیا ہے چنانچہ یہ ہمارے لیے طریقۂ عمل ہوگیا ہے۔

میں نے مولانا کے اہل حل وعقد کا اردو ترجمہ مجلس نمائندگان** سے کیا ہے۔ مجھے یہی ترجمہ زیادہ انسب وارجح معلوم ہوا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی نظام حکومت کے قیام کا پورا نقشۂ کار مولانا کے ذہن میں واضح طور سے موجود تھا اور یہی نہیں کہ مرحوم نے اس کا نقشہ پیش کرنے پر اکتفا کر لیا بلکہ اس مقصد اعظم کے لیے لوگوں کو اجتماعی جدوجہد پر بھی آمادہ کیا ہے۔

دوسری جگہ "بناء الخلافة على المعاهدة" کے عنوان کے تحت مولانا فرماتے ہیں:

---

* فاضل مقالہ نگار نے "وھو انتخاب الامیر" کا ترجمہ نہیں فرمایا۔

[1] مفردات القرآن، ص ۲۴-۲۵

** اس لفظ سے عوامی انتخاب کے ذریعہ قائم شدہ کسی مجلس کا گمان ہوتا ہے جو مولانا کا مدعا بہر حال نہیں ہے۔

لما كانت الخلافة تاليف الناس بهيأةٍ وحدانية حتى يكون لهم قلب واحد وتجتمع قواهم على اراداتهم وتتجه اراداتهم الى مصالح عمومية۔ فلا يبقى فيهم تصادم وتناقض وبذٰلك تزداد مصالحهم، وتشتد قواهم، وتبقى حريتهم، وتعلو كلمتهم وتسمو أخلاقهم وتتسع بركتهم ليكون وجودهم رحمة للخلق وبركة على الأرض، كانت هي اعظم خيرا واتم نعمة لهم فلا بد أن يجتهدوا لها كل الاجتهاد وتكون هي نصب عيونهم وقبلة همتهم ووجب لهم أن يعطوا لها اكرم

خلافت وحکومت کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کے دلوں کو باہم جوڑ کر ایک قالب بنا دے تاکہ ان سب کے دل ایک ہوجائیں اور ان کی قوتیں ان کے مقصد زندگی میں صَرف ہونے لگیں اور ان کے سارے کام اجتماعی مفاد کے لیے ہونے لگیں، یہاں تک کہ ان کے درمیان کسی طرح کا نزاع اور تصادم راہ نہ پا سکے۔ اسی اتحاد و ہم آہنگی کے ذریعہ ملت کے مفادات محفوظ ہوں گے اور ان کی قوتیں بڑھتی چلی جائیں گی اور اسی کے ذریعہ ان کی آزادی محفوظ ہو سکے گی اور دبدبہ ترقی کرے گا ان کے اخلاق روبہ ارتقاء ہوں گے اور برکتیں نازل ہوں گی اور ان کا وجود خلق خدا کے لیے رحمت ثابت ہوگا اور یہی سب سے بڑی نعمت اور برکت ہے اس لیے ضروری ہوگا کہ تمام افراد ملت خلافت اسلامی قائم کرنے کے لیے مکمل جدوجہد کریں اور یہی ان کا نصب العین بن جائے اور یہی ان کا منتہائے نظر بنے، اور یہ بھی ضروری ہوگا کہ لوگ اس مقصد کے لیے اپنی عزیز ترین متاع قربان

وانفس مالديهم [1] کردیں [1]

اس عبارت سے تین باتیں معلوم ہوئیں :

پہلی یہ کہ اس مقصد پاک کی خاطر لوگوں کو آپس میں ایک ایسی ٹھوس اور مضبوط تنظیم قائم کرنی چاہیے کہ سب کے سب ایک جسد واحد کی طرح مجتمع ہو جائیں اور جملہ وسائل ان کے نصب العین کے حصول کے لیے وقف ہو جائیں تاکہ باہم اس تنظیم میں کوئی تصادم، کوئی انتشار اور کوئی بے ربطی باقی نہ رہ جائے۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اسی خلافت کے احیاء اور قیام سے اہلِ دنیا کو راحت و سکون اور برکت حاصل ہو سکتی ہے۔

تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ حکومت الٰہیہ کے قیام کو ایسا انعام تصور نہ کیا جائے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دین دارانہ زندگی گزارنے کے صلے میں عطا ہو جاتی ہے★ چاہے اس کے لیے کوئی جد و جہد نہ کی گئی ہو، اور اس کے لیے جان و مال کی کوئی قربانی نہ دی گئی ہو بلکہ مولانا

---

[1] مفردات القرآن، ص ۳۰-۳۱

★ خلافت الٰہیہ کے استحقاق کے لیے اللہ تعالیٰ نے دین دارانہ زندگی گذارنے ہی کی شرط عائد کی ہے، جیسا کہ فرمایا "ان الارض يرثها عبادي الصالحون إن في هذا لبلٰغا لقوم عابدين" (انبیاء ۱۰۶)۔ اس سلسلہ میں مولانا فراہی لکھتے ہیں: "عبادت کرنے والی قوم، یعنی وہ قوم جو اللہ تعالیٰ کے احکام کی تابعدار ہو کیونکہ تمام صلاح و تقویٰ کی جڑ جیسا کہ معلوم ہو چکا اللہ تعالیٰ کے احکام کی تابعداری ہی ہے . . . صالحین زمین کے نمک ہیں۔ تمام عالم کی صلاح و ترقی انھیں کے دم سے وابستہ ہوتی ہے . . . یہی وجہ ہے کہ وہ وراثتِ عالم اور خلافت الٰہیہ کے مستحق ہوتے ہیں۔" ترجمہ تفسیر نظام القرآن ص ۲۵۴۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو مولانا کی تفسیر سورۂ والعصر۔ رہا خلافت الٰہیہ کے قیام کے لیے جد و جہد اور قربانی کا مسئلہ تو اس کا مطلب اس کے حصول کے لیے مطلوبہ شرائط کو بہ تمام و کمال پورا کرانے کی کوشش کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ جن لوگوں نے اسے دین دارانہ زندگی کا صلہ یا نتیجہ قرار دیا ہے ان کا مقصود بھی ان شرائط کی تکمیل ہی ہے جن کا ذکر قرآن مجید میں جا بجا ہوا ہے اور جس کی مثال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی زندگیاں رہی ہیں۔ (مرتب)

کے نزدیک اس کے لیے مل کر منظم جد و جہد کرنی چاہیے اور اپنی عزیز سے عزیز تر متاع کو بھی اس راہ میں قربان کر دینا چاہیے۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ مولانا نے اپنی اس مختصر تالیف میں تحریک اسلامی کا کتنا واضح نقشہ پیش فرمایا ہے وہ ساری بنیادیں اس کتاب میں فراہم کر دی گئی ہیں جو آئندہ چل کر کام کرنے والوں کے لیے مشعل راہ اور سنگ میل ثابت ہو سکتی ہیں۔

راہ کی مشکلات

قرآن مجید کا ہر طالب علم اس بات کو تسلیم کرے گا کہ اس مقصد کو دنیا میں غالب اور برپا کرنے کے لیے ہر طرح کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ مولانا اس بارے میں کتنا واضح تصور بیان فرماتے ہیں :

كما ان الله تعالى	جس طرح اللہ تعالیٰ مغضوب اقوام
يعذب القوم المهجور	کو عذاب دیتا ہے اسی طرح وہ مومنین
أو يومنوا فكذلك	و مہاجرین سے نصرت اور دنیوی غلبہ
وعد الله النصر	کا وعدہ بھی کرتا ہے اور جس طرح نبی
للمؤمنين المهاجرين	کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ وہ ہجرت
والفوز في الدنيا وكما	سے پہلے سارے مصائب و آلام کو
ان للنبي أن يصبر	برداشت کرے اور صبر کا دامن ہاتھ
ويقاسي الشدائد	سے نہ چھوڑے اسی طرح مومنین کے
قبل الهجرة فكذلك	لیے بھی ضروری ہوتا ہے کہ وہ حکومت الٰہیہ
للمؤمنين أن يصبروا	کے قیام کے معاملے میں★ صبر سے کام
فيستحقوا وعد النصر	لیں تاکہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ نصرت

★ اصل عبارت میں کوئی ایسا جملہ نہیں ہے جس کا ترجمہ "حکومت الٰہیہ کے معاملہ میں" ہو سکے۔ (مرتب)

کے حق دار قرار پائیں۔ ہماری اس بات پر قرآن مجید کی آیتیں واضح دلیل ہیں۔ والدلیل علیٰ ما نقول آیات [1]

ظاہر ہے جب مشکلات و مصائب سے انبیاء مستثنیٰ نہیں ہو سکتے تو دیگر انسانوں کا اس سے بچ رہنا کیسے ممکن ہے اور اس کٹھن راہ سے گزرے بغیر منزل مقصود پانا کہاں ممکن ہے؟۔

ایک سوال اور اس کا جواب

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب مولانا فراہیؒ کے نزدیک خلافت الٰہیہ کے قیام کا مسئلہ اتنا واضح تھا جس میں انھوں نے اہل حل و عقد، مجلس شوریٰ، تشکیل جماعت اور اجتماعی جد و جہد جیسے تمام مسائل پر اظہار خیال کیا اور لوگوں کو اس مقصد کے لیے منظم جد و جہد کرنے اور اس راہ میں پیش آنے والی ہر مصیبت پر صبر کرنے کی تلقین کی ہے تو آخر خود اس کام کے لیے آمادہ کیوں نہیں ہوئے؟۔ یہ سوال ایسا ہے جو "فی ملکوت اللہ" نامی کتاب پڑھنے والے ہر قاری کے ذہن میں پیدا ہوگا، اور اس کا جواب ملنا ضروری ہے۔ بجائے اس کے کہ میں خود اس کا جواب دوں۔ علامہ مرحوم کے شاگرد رشید استاد محترم مولانا امین احسن اصلاحی مدظلہ العالی کا جواب آپ حضرات کی خدمت میں پیش کروں گا جو نہایت ہی مستند اور شافی جواب ہوگا۔ میری خوشی کی انتہا نہ رہی جب میں نے مولانا اصلاحی کی تحریروں میں یہ جواب دیکھا۔ اب اسے من وعن حوالہ کے ساتھ نیچے درج کرتا ہوں۔ استاذ محترم مولانا اصلاحی فرماتے ہیں:

"اسی طرح ایک دن ایک مجلس میں مولانا نے خالص شرعی نظام کی ضرورت اور اہمیت پر اس قدر مدلل اور پُر زور تقریر کی کہ تمام حاضرین نہایت متاثر ہوئے۔ مجلس میں مولانا کے ایک عقیدت مند اور ہمارے ایک نہایت گہرے مخلص پنجابی دوست بھی موجود تھے جو ایک نہایت دین دار اور نہایت بے لوث علمی انسان تھے۔ وہ مولانا کی یہ مدلل تقریر سُن کر اس قدر متاثر ہوئے کہ انھوں نے کہا اگر شرعی نظام

---

[1] فی ملکوت اللہ، ص ۴۵

اس قدر ضروری چیز ہے تو بسم اللہ ہاتھ بڑھائیے، میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں، آپ سے بڑھ کر اس کام کے لیے موزوں شخص اور کون ہو سکتا ہے؟۔ مولانا نے اس وقت تو بات ٹال دی لیکن بعد میں انھوں نے یہ فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لیے نہیں بنایا ہے، میں جو خدمت بہتر طریقہ پر انجام دے سکتا ہوں وہ یہ کہ لوگوں کے لیے فہم قرآن کی راہ کھول دوں۔ اگر فہم قرآن کی راہ کھُل گئی تو اللہ تعالیٰ صحیح اسلامی طریق پر کام کرنے کے لیے بھی راہیں کھول دے گا۔" [1]

مولانا فراہیؒ نے بالکل صحیح فرمایا، مشہور شعر ہے:

ہر کسے را بہر کارے ساختند
میل او اندر دلش انداختند

اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہر انسان کو ہر خصوصیت عطا نہیں ہوتی یہ بالکل ضروری نہیں ہوتا کہ ایک مایۂ ناز محقق قائد بھی ہو، یا ایک قائد مایۂ ناز محقق۔ اگر مولانا فراہیؒ کو اپنے بارے میں یہ اندازہ ہوتا کہ وہ نظام شرعی غالب کرنے کے لیے کوئی تنظیم قائم کر کے اسے چلا بھی سکتے ہیں تو وہ ہرگز اس سے گریز نہ فرماتے*۔ پھر بھی مرحوم نے اپنی خداداد صلاحیت کو پہچان کر جو کام اپنے ذمہ لیا اس کا بھی اپنی جگہ پر بہت اونچا مقام ہے اور ان کے اسی کارنامے کے ذریعہ قرآن فہمی کی راہیں ہموار ہوئیں۔

مولانا حمید الدین فراہی کا یہی سب سے بڑا کارنامہ ہے جسے ہم اصول قرآن فہمی کی ترتیب و تدوین سے تعبیر کر سکتے ہیں جس میں انھوں نے اپنی زندگی کھپا دی اور ان کے فکر میں کبھی کوئی تزلزل پیدا نہ ہو سکا۔ ان کی قرآنی تحقیق کا بنیادی مقصد ہی یہ تھا کہ اس کے ذریعے لوگوں کی فکری اصلاح ہو اور وہ جامد تصورِ اسلام سے محفوظ رہ سکیں، مولانا کے الفاظ میں:

---

[1] مصنف کے مختصر حالات زندگی، مضمون مشمولہ ترجمہ تفسیر نظام القرآن، ص ۱۹

* مولانا اصلاحی کے مذکورہ اقتباس میں کوئی ایسی بات نہیں معلوم ہوتی جس سے اندازہ ہو کہ مولانا فراہیؒ علیحدہ سے کوئی تنظیم قائم کرنے کے قائل رہے ہوں۔ (مرتب)

"اگر فہم قرآن کی راہ کھل گئی تو اللہ تعالیٰ صحیح اسلامی طریق پر کام کرنے کے لیے راہیں بھی کھول دے گا۔"[1]

مولانا کا یہ تحقیقی کام صرف ایک اکیڈمک طرز کا کام نہیں تھا کہ کچھ کتابیں مرتب کر دیں اور بس۔ بلکہ اس کے پیچھے ایک زبردست انقلابی جذبہ کارفرما تھا خود مولانا اصلاحی اپنے استاد امام کے بارے میں فرماتے ہیں:

"مولانا کے اس جواب سے مجھ پر یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو گئی کہ وہ محض ایک اکیڈمک طرز کے مصنف اور محقق نہیں تھے بلکہ ان کی تمام فکری کاوشوں کے اندر ایک گہرا جذبۂ اصلاح کام کر رہا تھا۔ وہ علمی اصلاح سے پہلے فکری اصلاح کو ضروری سمجھتے تھے اور اس فکری اصلاح کی بنیاد انھوں نے قرآن پر رکھی تھی وہ قرآن کی روشنی میں مسلمانوں کے تمام علوم و افکار کا جائزہ لے کر ایک طرف تو یہ چاہتے تھے کہ فکر و نظر کے مختلف گوشوں میں جو باطل تصورات و نظریات گھس چکے ہیں ان کو بے دخل کریں اور دوسری طرف ان کی کوشش یہ تھی کہ زندگی کے تمام پہلوؤں اور اس کے تمام مسائل پر غور کرنے کے لیے قرآن سے رہنمائی حاصل کرنے کی راہیں کھول دیں۔"[2]

---

[1] مصنف کے مختصر حالات زندگی، مضمون مشمولہ ترجمہ تفسیر نظام القرآن، ص ۱۹، [2] ایضاً، ص ۲۰